

شبیر کا ماتم چاند میں ہے
شبیر کا ماتم تاروں میں

ایات ماتم

نخبسم آفندی

نظامی پریس گلشن

حسینؑ اور ہندوستان

نثر میں شاعر الہیبت کا شاہکار سینزدہ صد سالہ یادگار کے خیر مقدم میں
تیسری مرتبہ اپنا اجز کے نہایت مفید اور ضروری اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے
جس میں برادران وطن (ہندوؤں) کو اختصار کے ساتھ واقعہ کر بلاؤں کا کر یہ بتایا
گیا ہے کہ حسینؑ کا ہندوستان سے کیا واسطہ ہے، حسینؑ کا ہندوؤں پر کیا
حق ہے اور ہندوؤں کو حسینؑ کا سوگ منانے میں مسلمانوں کا ساتھ کیوں
دینا چاہیے۔

حسب استطاعت حسینؑ اور ہندوستان کی یکمشت جلد میں خراج
برادران وطن میں تقسیم کر کے حبشی مشن کی اہم ترین خدمت انجام دیا
ہر یہ فی جلد دو آنہ (۲۰)۔۔۔۔۔ علاوہ محصول ڈاک

مصطفیٰ علی ہاشمی

ناظم مکتبہ ناصری
گولہ نچنچ، لکھنؤ

ایاتِ ماقم

(واقعات کر بلا شاعر اہلبیت کے الفاظ اور نوح کی زبان میں)

نجم افندی نجفی
۱۳۶۱ھ

(بار اول) قیمت ۸۰

تذکرہ

خدا چاہے تو وقت آتا ہے مرنے کا سمجھنے کا
میں کہتا ہوں مگر سنتی نہیں دُنیا ابھی میری

نجم افندی

نجم افندی

میں کا سلام



سفر ہے کس کا کہ طوبیٰ کا سلام کہتا ہے فرازِ عرشِ معلّٰی کا سلام کہتا ہے
یہ کون جاتا ہے کعبہ کا سلام کہتا ہے مسافروں کو مدینہ کا سلام کہتا ہے

مسافروں کو مدینہ کا سلام کہتا ہے

رہی تو کیا وہ قرینے کی زندگی نہ ہی وہ پرسکون سفینے کی زندگی نہ ہی
جائے تک تھی مینے کی زندگی نہ ہی غورِ شربِ بطحا کا سلام کہتا ہے

مسافروں کو مدینہ کا سلام کہتا ہے

حسین! یہ کرم کار ساز کیا کہنا درودِ عشق و سلامِ نیاز کیا کہنا
 چُن کی نگہ ہستیاز کیا کہنا کسی کا جلوہ یکتا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

کدھر سے درو مالک ہوئے دروائی کس کی آہ تڑپ کر فضا میں لہرائی
 چلے ہو لے کے کدھر نازش میجائی کوئی مرضِ تمہارا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

یہ جانتے ہیں بنے ہو رہِ رضا کے لیے بہت دنوں سے ہو بچپن کر بلا کے لیے
 حسینؑ مٹ کے ذرا دیکھ لو خدا کے لیے رواقِ مشہد زہرا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

نہ پوچھیے جو فضا تھی و رو دہ پیسے عجب نہیں جو تزلزل زمین کو غم سے
 رہا جو مدفنِ مادر پہ آپ کے دم سے بقیع کا وہ اُجالا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

سفرِ شت کوئی بھاگیا تو کیا ہوگا جو دلِ فرات پہ لہر گیا تو کیا ہوگا
 کہیں عراق پسند آگیا تو کیا ہوگا حجازِ سید والا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

ستمِ شعاروں کی سازش بڑے کارہو کسی سے جنگِ محبت کے تاجدار نہ ہو
 حد میں روحِ پیمبر کی سبقت لے رہو سکون گنبدِ خضرِ اسلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

جبینِ پاک سناہو کہ خوشچکاں ہوگی کہاں نماز تہ تیغ جانتاں ہوگی
 زمیں وہ آپ کے سجدوں سے آسمان ہوگی نبی علیؑ کا مصلّا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

نظر کے ہیں یا شاہِ زباں نہیں کھلتی کسی کی درو کے مارے زباں نہیں کھلتی
 نبی کے راجِ دُلائے زباں نہیں کھلتی دلوں کا درو سچا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو مدینا سلام کہتا ہے

جو اپنی تیغ کے جوہر دکھانہیں سکتا بڑی گھڑی ہے مگر کام آ نہیں سکتا
 وہ کم نصیب جو ہمراہ جا نہیں سکتا وہ لطفِ خاص کی پیاسا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو دنیا سلام کہتا ہے

سلام راہِ رضا کا ازل سے تابہ ابد سلام روج و لا کا ازل سے تابہ ابد
 سلام اہل وفا کا ازل سے تابہ ابد ہر ایک چاہنے والا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو دنیا سلام کہتا ہے

سلام ہم سے غریبوں کی مستندوں کا ہر ایک قوم کے ملک کے حق پسندوں کا
 سلام سائے زمانے کے درمندیوں کا حسین سارا زمانا سلام کہتا ہے
 مسافروں کو دنیا سلام کہتا ہے



ایلمچی

اے سلم غیب صد اقت کے ایلمچی دین مبین حق کی حکومت کے ایلمچی
 پیغمبر خدا کی امانت کے ایلمچی ایشار کے، وفلا کے، شرافت کے ایلمچی
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

تیری ادائے مرگ کی دنیا شہید ہے تاریخ ہے گواہ کہ پیا سا شہید ہے
 رے جسے حسینؑ وہ تنہا شہید ہے کوفہ میں کر بلا کا تو پہلا شہید ہے
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

نکلا وطن سے بارِ سفارت لیے ہوئے فرمانِ بارگاہِ امامت لیے ہوئے
 آقا کے اعتماد کی دولت لیے ہوئے شبیر کا پیامِ محبت لیے ہوئے
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

دیکھا کوئی سفیر نہ اس آن بان کا بچوں کی فکر تھی نہ خیالِ نپی جان کا
 ہر لبِ تذکرہ ہے وصیت کی شان کا غم تھا دمِ اجل تو علی کے نشان کا
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

مسلم تری وفا کے مسماں گواہ ہیں تاریخ کے حروفِ درخشاں گواہ ہیں
 شمس و قمر کے دیدہ حیراں گواہ ہیں غربت پہ تیری کوفہ کی گلیاں گواہ ہیں
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

تنہا لڑا ہزار سے اللہ سے جولا وہ دورِ سبکی کا شجاعت کا دولا
 ٹھہرا نہ سامنے کوئی جانباز من جلا کوفہ کی تھی کلی ترا میدانِ کر بلا
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

تنہا فوج بھیجی تھی ابن زیاد نے طبقہ اُلٹ دیے ترے جوشِ جہاد نے
 پیہم شکست کھائی گردہ فساد نے مارا تجھے فریب سے اہل عناد نے
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

کیا کیا تھیں حسرتیں دل اُمیداریں پہونچا نہ کچھ حضورِ شہِ ذی قار میں
 آیا نہ فرق پر ترے قول و قرار میں کوفہ کے در پہ لاش رہی انتظار میں
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

بچے بھی تیرے بعد بہت دن نہیں جیے کوفہ سے دو عدم کو گئے حسرتیں لیے
 جن سبکیوں کی موت پہ دشمن بھی رو دیے دو کر بلا میں سوتے ہیں جامِ اجل پیے
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

تو نے خدا کی راہ میں کیا کیا غم سہا روج و فغانے چونکے صل علی کہا
 تیرے جگر کا خون اس افراط سے بہا نسلِ عقیل میں کوئی باقی نہیں رہا
 لاکھوں سلام تجھ پہ محبت کے ایلمچی

عاشور کی شب



دن ختم تھا آئی ہوئی عاشور کی شبھی کس غم کی ستائی ہوئی عاشور کی شبھی
 اشکوں میں نہائی ہوئی عاشور کی شبھی آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شبھی
 بگڑی ہوئی تھی عالم اسباب کی صورت اک دتھا گھیرے ہوئے گرداب کی صورت
 افلاک سہمی ہوئی مہتاب کی صورت آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شبھی
 خورشید کو شکل اپنی دکھانے میں تامل فطرت کو تھا دنیا کے جگانے میں تامل
 صبح شب عاشور کو آنے میں تامل آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شبھی

بشیر کے انصار میں تھی یاد اکی سوکھے ہوئے ہونٹوں تشہد کی گواہی
 رکھے ہوئے تھے خاکِ ماتھوں کو سپاہی آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 خلاص بڑھاتا ہوا ہر سانس کا پھیرا پُر نور جبینوں سے جھلکتا تھا سویرا
 سمٹا ہوا تھا شام کے لشکر کا اندھیرا آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 محسوس تھے کچھ تنگ نظر خوش نظروں کم ظرف سموئے ہوئے عالی گھروں میں
 کھوٹے بھی کئی مل گئے تھے آکے کھڑوں میں آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 اے صلِ علاہمت مردانہ بشیر حیران تھے افلاک و زمیں صورتِ تصویر
 دربار میں گونجی ہوئی بشیر کی تقریر آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 مقصدِ اکرمی کے لیے زحمت نہ اٹھائے جانا ہو جسے شب کے اندھیرے میں وہ جائے
 بیٹھا تھا رسالت کا قمر شمع بجھائے آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 کمزور یہی ڈھونڈتے تھے رہتے ہیں سہاے تھرا تار ہا چاند لڑتے رہے تلے
 جانا تھا جنہیں منہ کو چھپا کر وہ سداے آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی

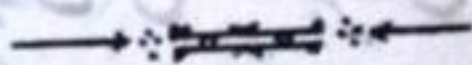
وہ رہ گئے مولا پہ جو انصار تھے صدقے کتنے دولت کے منکوار تھے صدقے
 خیمہ میں دھڑ صبح سے تیار تھے صدقے آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 قربانیوں کی فکر میں تھے شہ کے یگانے دل سٹا تھا کیا ثانی زہرا کو خدانے
 بچوں کی سناقتی تھیں شجاعت کے فسانے آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 قاسم کو چسرت تھی کہ آقا پہ ہوں قرباں سہرا تھا نہ بھی نہ تھا بیاہ کا ربا
 چہرہ تھا یہاں شوق شجاعت میں خشا آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 تیار تھے مرنے کو جگر بند حرا اول تھا شغل عمار کا تلوار کی صیقل
 اس شیر کے نعوسے تھا گونجا ہوا جنگل آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 دلوز عجب خیمہ لیسے کا تھا منظر سویا ہوا تھا فرش پہ ہمشکل پیر
 منہ دکھیتی تھی شمع جلائے ہوئے مادر آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی
 ایک ایک کا تھا گود کے پالوسے اشارہ رہنا کہیں پیچھے نہ دم جنگ خدا را
 صغریٰ کی بھی قسمت کا چمکتا تھا ستارا آفاق پہ چھائی ہوئی عاشور کی شب تھی

علم اور عسدر

کیا قیامت ہے یہ کیا منظر دکھاتا ہے علم لے گیا تھا کون واپس کون لاتا ہے علم
 دست اکبر میں پھر بھی تھر تھراتا ہے علم خون میں ڈوبا ہوا دریا سے آتا ہے علم
 دامن ساحل سے غوفی ابراٹھا ہو کھینا خون دریا سے برتا آ رہا ہے دیکھنا
 وسوسہ ہے وہم ہے آخر یہ کیا ہے کھینا خون میں ڈوبا ہوا دریا سے آتا ہے علم
 خون نکھیں ہو گئیں ساری دنیا خون ہے یا اکھی سبز پرچم پر یہ کیا خون ہے
 اے لب ساحل بتا کیا موج دریا خون ہے خون میں ڈوبا ہوا دریا سے آتا ہے علم

سبز چیم سے بہار جاوداں لٹپی ہوئی شک خالی تشنگی کی نوحہ خواں لٹپی ہوئی
 نیرٹھ پو پست کچھ مایوسیاں لٹپی ہوئی خون میں ڈوبا ہوا دریائے آتا ہے علم
 آس میں ہیں صبح سے نچے شتم کیا ہو گیا پھر نہ آیا لوٹ کر خمیہ سے باہر جو گیا
 کیا علمبردار ساحل کی ہوا میں سو گیا خون میں ڈوبا ہوا دریائے آتا ہے علم
 جو اسی دن کے لیے ابتک حیات تھا کیا ہوا گھاٹ پر تنہا و جس نے کر دیا تھا کیا ہوا
 جس نے دیر پر ابھی قبضہ کیا تھا کیا ہوا خون میں ڈوبا ہوا دریائے آتا ہے علم
 لشکر دشمن کو جس نے روڈ والا ہے کہاں ہاتھ کٹوا کر علم جس نے سنبھالا ہو کہاں
 شک و انتوں میں دبا کر انیوالا ہو کہاں خون میں ڈوبا ہوا دریائے آتا ہے علم
 خیمہ اقدس میں بچے بے سہارے رہ گئے ڈوب کر رب کی امیدیں کھتا رہ گئے
 تم علمدار جرمی دریا کنارے رہ گئے خون میں ڈوبا ہوا دریائے آتا ہے علم
 اکبئی امید کشتی کھے رہی ہے یا نہیں قلب کو تسکین نہائی دے رہی ہے یا نہیں
 علقمہ کی نہر لہریں لے رہی ہے یا نہیں خون میں ڈوبا ہوا دریائے آتا ہے علم

دیر سے پیاری سبکدوش کو گلہ پانی کا ہے منتظر طفل لے جان فانی کا ہے
 کیا کہینگے جنکے دل کو ہسرا پانی کا ہے خون میں ڈوبا ہوا دریائے آسمان ہے علم
 بسکیوں کو خون بھری ریت دکھایا نہیں درد و غم کا اور اک طعنہ فانی اٹھائے نہیں
 تو کھدیجیے علم خمیہ میں جائے یا نہیں خون میں ڈوبا ہوا دریائے آسمان ہے علم
 مرتبہ تمہارا ہے اس علم کے حال کا رہ گیا ہے نشانِ سلام کے جلال کا
 یہ علم ہے اے مسلمان مصطفیٰ کی آل کا خون میں ڈوبا ہوا دریائے آسمان ہے علم
 یہ ادا ہے تری ہمت کی خامی کے لیے فرشتے کر نکھیں صداقت کے پیامی کیلئے
 حریت موعودتی ہے خم اسکی سلامی کیلئے خون میں ڈوبا ہوا دریائے آسمان ہے علم
 یہ ہو جانبا زون کا چرچہ ہم جو ان نکریم کر دستِ بدل فرشتے مجلس کے اٹھ تعظیم کر
 اے نگاہِ مودت حق آشنائے تسلیم کر خون میں ڈوبا ہوا دریائے آسمان ہے علم



کڑیل جوان



کیا سخت ماجرا ہے کہانی حسینؑ کی بیوقت کیا میٹھی ہر نشانی حسینؑ کی
اکبر کا تھا شباب جوانی حسینؑ کی اکبر جوان تھے جی سے گزرنیکے دن نہ تھے
اے دشت کربلا ابھی مر نیکے دن نہ تھے

سزا نہ بسیا کی شباہت جوان تھی حق کا غور دین کی غیرت جوان تھی
ایسی جوانیوں کے شریعت جوان تھی اکبر جوان تھے جی سے گزرنیکے دن نہ تھے
اے دشت کربلا ابھی مر نیکے دن نہ تھے

دین سے لگاؤ یہ دنیا سے بے دلی برہمی و غامیرا کے کلیجہ سے جب ملی
 کیا آن بان تھی کہ پلٹ بھی نہیں ملی اکبر جی سے گزرنیکے دن نہ تھے
 اے دشتِ کر بلا ابھی مرنیکے دن نہ تھے

کیا تین دہائی سپاس میں تیور دکھائے دنیا کے نوجوانوں کی ہمت بڑھا گئے
 پھلوں میں تل رہے تھے سانوں میں آگئے اکبر جی سے گزرنیکے دن نہ تھے
 اے دشتِ کر بلا ابھی مرنیکے دن نہ تھے

دیکھی مویٰ عالم امکاں نے کس طرح یہ داغ اٹھالیا شہِ ذیشان نے کس طرح
 دو لہا بنا کے بھیج دیا ماں نے کس طرح اکبر جی سے گزرنیکے دن نہ تھے
 اے دشتِ کر بلا ابھی مرنیکے دن نہ تھے

رخصت کے وقت بانوئے شیر چپ ہیں بہنیں غریب رت تصویر چپ ہیں
 سب ایک سمت زینب دگر چپ ہیں اکبر جی سے گزرنیکے دن نہ تھے
 اے دشتِ کر بلا ابھی مرنیکے دن نہ تھے

مانا کہ صبر و شکر کا دل میں فور تھا بچہ کا غم نہ ہو یہ محبت سے دور تھا
 ماور کو ان کے بیاہ کا ارماں ضرور تھا اکبر جوان تھے جی سے گزر نیلے دن نہ تھے
 اے دشتِ کربلا ابھی مر نیلے دن نہ تھے

کیوں نہ زندگی کے لبِ شکایت نہ آگئی ہنگامِ نزعِ موت کو غیرت نہ آگئی
 موت آئی تھی جب قیامت نہ آگئی اکبر جوان تھے جی سے گزر نیلے دن نہ تھے
 اے دشتِ کربلا ابھی مر نیلے دن نہ تھے

یہ شیر تھا امامِ جوانانِ قوم کا کیسا کیا ہے نامِ جوانانِ قوم کا
 کھدے ذرا سلامِ جوانانِ قوم کا اکبر جوان تھے جی سے گزر نیلے دن نہ تھے
 اے دشتِ کربلا ابھی مر نیلے دن نہ تھے



ننھا سپاہی



ریت کا بسکی کا بادل سا چھا رہا ہے سب کٹ گئے مجاہد خیموں میں کیا رہا ہے

ننھا سا اک سا پہی گو دی میں آ رہا ہے

ووداریوں کے لبتے آہیں ٹھہر گئی ہیں رُک رُک گئی ہیں سانس نہیں ٹھہر گئی ہیں

ٹھہرا ہوا وہ جھولا کیا دل ہلا رہا ہے

یسی لٹی ہو رہی کسی مٹی میں جانیں کیا شکر کر رہی ہیں کھلی ہوئی زبانیں

کیا صبر بڑھ رہا ہے کیا ضبط چھا رہا ہے

شتر کی موت دیکھو اور دوپہر کو دیکھو صغر کے سن دیکھو اُس کے جگر کو دیکھو

جو دشتِ کربلا میں دلت لٹا رہا ہے

ایسے کہیں سپاہی دیکھے نہیں ایسے ماں کی طرف سے کوئی رخ کی بلائیں لیلے

پہلے پہل مجاہد میدان کو جا رہا ہے

ماتھے پہ پسینہ زلفیں بھر رہی ہیں سوچ کی گرم کرنیں صدقے اُتر رہی ہیں

اللہ گل سا چہرہ کیا تمنا رہا ہے

نازک طبعیتوں کو بس ہو ذرا آسٹ بیچین بھرنہ کرے تیروں کی سنناٹ

آغوش میں پدر کی تسکین پارہا ہے

یہ زندگی کی پہلی کروٹ ہے راس آئے شیر لاسے ہیں گھر سے گلے لگائے

اور موت کا فرستہ آنکھیں کھچا رہا ہو

نخا سایہ مسافر دیکھو رہِ رضا کا تیارِ اسی کو فاتح لکھے گی کربلا کا

جھولے کو چھوڑ کر جو مقتلِ ببار رہا ہے

سائے جہاں سے کھنڈ کوں مگاں کھنڈ یہ موج کارواں ہے ہر کارواں سے کھنڈ

پیاسا ہو تین دن کا اور تیر کھارہا ہے

یہ تشنگی، یہ پکیاں، یہ سن، یہ بے زبانی لائیکلی رنگ اک دن اسلام کی کہانی

خون گلو سے اپنے رنگیں بنا رہا ہے

سجاد کی شاہت، اکبر کی شان موتا اے موت کاش ایسا بچہ جوان ہوتا

دودن کی زندگی میں تیور کھارہا ہے

مجلس ہوش کس کو اے نجم جان تن کا اُترا ہوا وہ چہرہ ڈھلکا ہوا وہ منکا

ابتک دلوں پہ غم کی بجلی گرا رہا ہے



درشن کا اُجالا

درشن کا اُجالا لیکے چلے آنکھوں میں اندھیرا چھوڑ گئے
 اکبر کو کہاں کی جلدی تھی بابا کو اکیدلا چھوڑ گئے
 تیرہ سو برس سے چرچے ہیں ان جیوٹ مر نیوالوں کے
 ترپے نہیں سو دخنج کے تیلے دنیا کو ترپتا چھوڑ گئے
 صغر کو تھی رن کی دُھن میں کہاں ماما کے دھڑکتے دل کی خبر
 ننھے سے سپاہی خیمہ میں ٹھہرا ہوا جھولا چھوڑ گئے

تو اروہ کی ہر پیاسوں نے دریا کو لہو سے پاٹ دیا

پیاسے تو گئے دریا سے مگر اک خون کا دریا چھوڑ گئے

عباس نے دریا چھین کے بھی بچوں ہی کی خاطر مشک بھی

پیاسے تھے مگر پیاسے ہی پھرے دریا کو چھلکتا چھوڑ گئے

سب اپنی کمائی لیکے گئے کس ڈھب کے یہ جانے والے تھے

کچھ کو کھجلی رانڈوں کیلئے اک موت کی آشا چھوڑ گئے

قیدی تو بہت سے دیکھے ہیں بچے کوئی اُنکے جی سے مگر

جو گود کے پالے بچوں کو میدان میں سوتا چھوڑ گئے

مستنا ہے جو دھرمی روتا ہے ہر دلیں میں ماتم ہوتا ہے

کچھ کام وہ ایسا کر گئے کچھ نام وہ ایسا چھوڑ گئے

سکڑے کے کوفہ والوں نے یہ اور نیا اپرا دھ کیا ،

میدان کی جلتی ریتی پر شبیر کا لاشا چھوڑ گئے

کر بل کی انوکھی دھرتی سے زردوش مسافر شرب کے

سایہ تھی جو مہا لیکے اٹھے جھوٹی تھی جو مایا چھوڑ گئے

اب گئے رہتی دنیا تک سنسار نے ایسا جوک لیا

جیون میں بچے ہر دے میں بے ٹھکرا کے جو دنیا چھوڑ گئے

سنسار کی مایا کوئی نہیں کچھ دوسے ہیں کچھ نوے ہیں

نچی یہی مایا لائے تھے نچی یہی مایا چھوڑ گئے



اللہ والے

وہ جنگل میں شرب کی گودھی پالے قیامت سے تیغ جفا کے حوالے
 وہ عون و محمد، وہ اکبر، وہ قاسم نگاہیں اجل کی نگاہوں میں ڈالے
 وہ مضبوط ہاتھوں میں گھوڑوں کی باگیں وہ بھرپور شانوں پہ زلفیں سنبھالے
 وہ جینے کے دن سن وہ مرنے کی جلدی مسافر انوکھے ارادے نرالے
 وہ بچوں کے تیور وہ ماؤں کی کسمت وہ گودوں کی دولت خدا کے حوالے
 وہ پیاسوں کی اُمید تیروں کی زویر وہ عباسؑ مشک سکیڑ سنبھالے

وہ مسلخ و فاکا محبت کا مستل جوانوں میں شامل وہ بوڑھے وہ بالے
 وہ قرآن کی تبلیغ پیاسی رگوں سے لبوں پر تلاوت بانوں پہ چھلے
 وہ تیغوں پہ سجدے وہ سجدوں پہ تمنیں وہ خنجر گلوں پر وہ سینوں پہ بھلے
 وہ زخموں کی کثرت وہ بارش لہو کی وہ فوجوں کے بادل میں دھن جانیوالے
 عزیران کے قلوب کو حق کی حمایت حقیران کی نظروں میں شامی رسالے
 وہ تیغوں سے ٹکڑے وہ تیروں سے چھلنی وہ بندوں کے مولا وہ اللہ والے
 کلیجوں میں نیک نیر لبوں پر تبسم اذیت کو راحت کے ساپے میں ڈھالے
 رضائے خدا پر جو سب کچھ لٹا دیں رضائے خدا جن کو اپنا بنالے
 اسی دھن میں نالے کیے جاؤ نجی یہ نوے ہیں دنیا ہلا دینے والے

صبر و رضا



ظلم کی دُنیا سے معیت کے پیام آتے رہے مالکِ صبر و رضا بشیر ٹھکراتے رہے
 وہ جوانانِ حسینی کے ارادوں کا شباب جب تلک آئے اہلِ تہویر پہ مل آتے رہے
 صبح سے اتنے وفا کی شوق نے کٹوائے گلے شام تک اہلِ ستم کے حوصلے جاتے رہے
 ہل گیا دشتِ بلا قدموں نے جنبشِ بھٹی کی تین دن کی سپاس میں ستم کھاتے رہے
 جرنِ چلنا بھی نہ آتا تھا وہ آئے گود میں اپنے پیرِ آں نیوالے عصرتک آتے رہے
 ظلم کی بھی انتہا تھی صبر کی بھی انتہا کٹ گئیں سوکھی رگیں کونین تھرتے رہے

مسکرا کر اڑیاں گڑیں لہو کے فرش پر موت کی آغوش میں جبار اٹھلاتے رہے
 پاس تھا کتنا شہید کر بلا کو قوم کا زیرِ خنجر بھی دعا سے یاد فرماتے رہے
 پھول سے بچوں کے کینو کمر قید کی ایندھنی کس طرح اہل حرم بچوں کو بہلاتے رہے
 کر بلا کے ظلم کی تفسیر تھے کمن اسیر رات بھر دیکھنے والوں کو تر پاتے رہے
 خون میں ڈوبے ہوئے سر منو سے شام انقلاب عام کے احکام پہنچاتے رہے
 حشر میں انجام کیا ہوتا ہے کجی دیکھیے
 پوچھتے ہیں وہ بھی شاعرِ حن کے کہلاتے رہے



کار نمایاں



خدا کی راہ میں کار نمایاں ایسے موتے ہیں پنخبر کیسے سجدے مسلمان ایسے موتے ہیں
 وہ پیاری پیاری شکلیں دکھ کر آں سمیر کی تاروں کے کھالے چاندناں ایسے موتے ہیں
 حسینی قافلہ لے کر بلا پیاسا گزرتا ہے عطش پر صبر کرتے ہیں وہاں ایسے موتے ہیں
 جوانی رنگ گھٹی آرہی ہے لاش قاسم پر کہ سلامی جو ان فردوں کے ارماں ایسے موتے ہیں
 مسافر کا تن بے سر ہے اور شب کا اندھیرا ہے کسی کی لاش پر گیسو پریشاں ایسے موتے ہیں
 قدم پرشہ کے دم نکلا حبیب ابن مظاہر کا محبت کے وفا کے عہد و پیمان ایسے موتے ہیں

ہزاروں گزائی چھین لی جب تک پیاسے نے لب ساحل کپے مرد میدان ایسے موتے ہیں
 یہ مرنے تکھ کو ابن سوجہ کے لال زیبہ تھا وفاداروں کے سخت دل بجاں ایسے موتے ہیں
 نوائے شکر سجاد خیز اور شام کی منزل سکون صبر مہر درخشاں ایسے موتے ہیں
 سلاسل و راک سباز قیدی ہی سہی لیکن کوئی دیکھے تو قیدی پابجواں ایسے موتے ہیں
 خراج اشک حسرت لیلیا دربار قاتل سے مقرر بزم دشمن میں افشاں ایسے موتے ہیں
 خدا ہی جانے دل سے کیا کہا ہو گا نگاہوں کے سینہ کو خبر کیا تھی زناں ایسے موتے ہیں

مٹا کر ختم قصہ کر بلا والے شہیدوں کا
 مسلمانوں کو سمجھا دو مسلمان ایسے موتے ہیں

جگت کرو

حسینؑ اکیلے ہیں لٹ چکی جو مایا تھی
 کر بلا کی دھرتی پر تھک کے سو گئے سا تھی
 تیرا لے آتے تھے جیسے مینہ برستا ہو
 تین دن کے پیاسوں پر کیا لہو کی برکھا تھی
 رُوم جھوم دُنیا ہے آج اُن کی سیوا میں
 کیا انوپ پوک تھے، کیا انوپ سیوا تھی
 سُرما جو ریتی پر، سرکٹاے سوتے تھے
 اُن کے پاک چرنوں میں سر جھکائے دُنیا تھی

دُکھ بھری کہانی ہے چھ مہینے والے کی

لاڈلے تھے مانی میں آسرے میں ماتا تھی

خاک پر بنی زادہ گھر لٹائے بیٹھا ہے

سب اُسی کو دے ڈالی جس دہنی کی لایا تھی

اُس کی تیغ کا چسہم خم رن کی جگہ گاہٹ تھا

گرم ریت پر سجدے بندگی کی سو بھا تھی

اُس کے دشمنوں کو بھی سکھ ملا نہ دُکھ دے کر

آنکھ میں نہوں آنسو پر دلوں میں دُبدھا تھی

فاطمہ کا مہ پارا ہے جگت گرو و نجھی

آج سب کو پیارا ہے جس پہ کل یہ بتایا تھی

اے حسینؑ



صبر اور تلوار کی حامی ہے دنیا اے حسینؑ
 اب ترا طرزِ عمل ہے کارِ فرما اے حسینؑ
 اے تعالٰیٰ شہرِ تنویر کی جلالت بڑھ گئی
 رہ گیا جس وقت تو میدان میں تہنا اے حسینؑ
 تین دن کی سپاسِ نئے مارا رتے انصار کو
 لاکھ پر بھاری تھا اک اک مرنے والا اے حسینؑ

منتظر تھے اک اشائے کے زمین و آسمان
 کیا تھے قدموں میں آجاتا نہ دریا اے حسینؑ
 سائے الٰہی و مصائبِ سب سے بڑھ کر رہ گئے
 مستقل تھا کس قدر تیرا ارادہ اے حسینؑ
 عالم انسانیت کو آخری ترسبہ تھی
 استغاثہ جس کو سمجھا تھا زمانہ اے حسینؑ

آخری جیسے گرج ہوتی ہے زخمی شیر کی
 آج تک ہے جس کے سناٹے میں دنیا اے حسینؑ
 زخم تن پر داغ دل پر، نعش صفر کو دین
 کس قیامت کا ہے یہ تیرا سراپا اے حسینؑ
 تیغ گردن پر، جگر میں آگ، دریا سلا منے
 یوں کوئی مارا گیا ہو گا نہ پیاسا اے حسینؑ

خونِ دل، خاکِ تمنا، رگِ کرم کر بلا
 یہ زمیں اور یہ حسین سجد فرمائے حسینؑ
 اب ہر اکبر کی بلائیں لینے والے سینکڑوں
 آج شوق ہوتا ہے ہر ماں کا کلیجائے حسینؑ
 تیرے صغے کے ریتاروں کی بگنتی نہیں
 کتنی گودوں میں ہے وہ ننھا سا بچائے حسینؑ

ضبط پر بالی سکینہ کے تڑپ جاتے ہیں دل
 کیا ذرا اسی جان کو سمجھا دیا تھا اے حسینؑ
 خون میں ڈوبے ہوئے مکھڑے صدقے کا اُٹنا
 اے نبیؐ کے لاڈلے، اے ماہِ زہراؑ، اے حسینؑ
 ہمہ مجلس کا تیری کارواں درکارواں
 تیرے کربا تم کی دھماکے صبحِ صبح اے حسینؑ

اے محبت کے تارے دل اولٹنے ہی کو ہے
 خون رونے ہی کو ہے چشم تماشا اے حسینؑ
 نچ کے دل سے نہ آئیں لبت نالے یہ اگر
 کیا عجیب ہے منہ کو آجائے کلیجہ اے حسینؑ



ست جگ کا ستارا



پچھونامے گلا کٹا یو گھر بھر دیو لٹائے ست کی رکھشا اس کی کلجاسیوں فوائے
 تہا ایک نہ نکسا کو دگر تجھے بہت سیریں ایسی لیلیا پرچ گئے کہ تم بن جگے پین ۹
 دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا
 جگ کو دکھ میں پائے کے چھوڑا اپن گائوں بن میں ریے ڈال دیے دھیمی صوٹ چھاوے
 کیسوں کے جاتری ساتھ لیو پروار سارے گھر کی لاڈلی چھوڑ گیو بیمار
 دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے ستارے کیا کہنا

کیا کیا بالک گود کے کیا کیا تننت چون داتا ہر کے نام پر خوبے یا بلدان
 جھوٹے کا اک جھولن ہار ایک اٹھار سال اکبر جیلا ڈالا، صفر جیلا لال
 دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے تارے کیا کہنا

ایسا کس سردار کو ملا علم بردار ہاتھ کٹے جب شانوں سے ترچھوٹی تلوار
 ہاتھن آگے بڑھ گیا دانتن مشک دباے جیسے شیر شکار کو منہ میں دباے جائے
 دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے تارے کیا کہنا

سگری ہڈی دھوپ سوکھ گئی بن نیر کھیتی پیاسی نیر کی ترس پر سبے تر
 پچھن منس ایسا پن کیا پھوٹے ڈیا پا سارا پاک لٹائے کے کھیتے پھر آپ
 دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے تارے کیا کہنا

تم بھوکے پیاسے خمیہ جربے شیر سمان بڑے بڑے بلونت سا پھی چھوڑ گئے میدان
 گھائل دہی گھام عرب کی تین دنا کی پیاس کر بل بن لڑنیوالے کس بھڑے حواس
 دو جگ کے سہارے کیا کہنا ست جگ کے تارے کیا کہنا

تس مکھڑا کھلت ہا جس جس بڑھی ہو پیا سنٹوش بڑھا ونا چکارو
 من میں ایسی شانتی کو وہاں سے لائے لاکھن کشت ٹھائے کے ایکٹ نکسی ہا
 دو جگہ کے سہارے کیا کہنا ست جگہ کے ستارے کیا کہنا

پانی جگہ کے پاگل کوئی نہ سو جھاتوڑ کیسے کیسے دھرم پجاری مٹھ گئے جی چھوڑ
 آپن لہو بہائے کے تم نے بدلا رنگ نام کیا اکاش تک ہر قی رکھی رنگ
 دو جگہ کے سہارے کیا کہنا ست جگہ کے ستارے کیا کہنا

اس تھا حال گریب جیسے جیتی لاش دھن ڈالتے زور نے دھرم کیا تھا ناں
 ایسی کرنی کر گئے نشے بھیا سماج جھوٹا کھیل بگاڑ کے رکھ لی ست کی لاج
 دو جگہ کے سہارے کیا کہنا ست جگہ کے ستارے کیا کہنا

بستی بستی جنگل جنگل آج تمہارے ست او بھری شکتی پریم کی بھٹی ہار کی حبت
 ہندو مسلم راجا پر جا، جن دیکھو گن گائے من کو ہیرا پائے کے بھی لیوا پنائے
 دو جگہ کے سہارے کیا کہنا ست جگہ کے ستارے کیا کہنا

انسو نکسے مین سے نکسی کھوٹ سائیں تہرے نام کی پڑی کراری چوٹ
 بجلی جلی پریم کی جیو بھیا اوجیار بادل گرے مانتی پیچ پڑ اسنار
 دو جگ کے سہارے کیا کہناست جگ کے تارے کیا کہنا

سوامی کتنی دوتے لگا پریمی بان اٹھی لہر فراست سے پہونچی ہندوستان
 بھومی ام کرشن کی کرل کا سندیس انسو تہرے سوکے اور گنگا جمنی دیں
 دو جگ کے سہارے کیا کہناست جگ کے تارے کیا کہنا

سب ہی کشت اٹھائے کئے علی کے لا بھارت سیوک بھوک کی آج کریں ہر تال
 اُن جباں بن بھئی مین سے نکسے بین تجھی ست کی ٹیک پر پیسے لڑے حسین
 دو جگ کے سہارے کیا کہناست جگ کے تارے کیا کہنا



بندہ بے نیاز

زمین کو زیر قدم آسماں بنائے ہوئے ہزار نہ صد پنجاہ زخم کھائے ہوئے
حسینؑ خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

شجاع عصر کو زخمی سمجھ کے گھیرا ہے خدا کی شان ہو سوج تلے اندھیرا ہے
حسینؑ خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

اٹھا کے آنکھ جو دکھیں تو دل دہن جائیں زمین کا ذکر ہو کیا آسماں بھی ٹل جائیں
حسینؑ خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

نگاہ دیکھ کے سکتے ہیں وہ گئی گستی وہ رعب ہے کہ ہوا سانس بھی نہیں لیتی

حسینؑ خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

خروش ہر لب ساحل بان موج خموش نے ہے جلال امت و کی فوج خموش

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

حریف تاب نظر کوئی لائیں سکتا چراغ ہر نگاہیں ملا نہیں سکتا

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

ملک حضور میں ہیں دست التجا باندھے سہ نیاز جھکائے ہوئے پرا باندھے

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

پئے سلام شریک ہر رضا حاضر نگاہ رو بر وار و اج انبیاء حاضر

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

مدد کے واسطے حاضر ہیں آسمان زری حسین ہیں کہ اُدھر کے دیکھتے بھی نہیں

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

بغیر اذن ہر قاصر مدد کو حاضر ہے تمام فوج عناصر مدد کو حاضر ہے

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

عراق سطوت شامہنشہ حجازی دیکھ خدا کی راہ میں بندے کی بے نیازی دیکھ

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

نجانے راز میں کیا کیا پیام آئے ہیں فراز عرش سے کتنے سلام آئے ہیں

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

بدن بھی سوز نہ ہونگے ابھی دیروں کے پڑے ہیں سامنے لاشے جوان شیروں کے

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

ابھی تو تنہی سی تربت بنا کے بیٹھے ہیں ابھی باب کی دولت لٹا کے بیٹھے ہیں

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

کچھ اپنی بالی سکینہ کی ہے خبر کہ نہیں خدا کی یاد میں خمیہ پہ ہے نظر کہ نہیں

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

کہاں ہے ساتھ جو آیا تھا کاروانِ حنکے تڑپ کے خوابِ اجل سے کوئی جوانِ حنکے

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

جیب لے گئے خیمہ میں کیوں سمجھا کے زہیر کیوں نہیں کرتے قدم پہ آقا کے

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

کدھر ہیں مسلم مظلوم کے نشانِ ن میں ہمارے ہیں گلِ جعفری کہاں ن میں

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

خبر نہیں کہ چچا پر یہ ظلم ہوتا ہے حسن کا لال کہاں قتلگاہ میں سوتا ہے

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

کوئی صدائے تسکین شدہ کام آئے فرات سے کوئی عباس کا پیام آئے

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

کہاں حضور کو فرصت جو کچھ ٹھہرائیں یہ وقت عصی ہے کہ سلام کر جائیں

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

نخفے سے جیڈر کرار آنے والے ہیں سنا ہے احمد مختار آنے والے ہیں

حسین خاک پہ بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے

عازم نجف

لاتے ہو کہاں دوش زلفوں کو سنبھالے مقتول کی مظلوم کی آغوش کے پالے

نازک ہیں بہت پاؤں میں پڑ جائیں گے چھالے

قربان میں اے راہِ نجف پوچھنے والے

عتہ غم سید والا سے کہو گے لوٹا ہے مسلمانوں نے دادا سے کہو گے

اسلام کہیں شرم سے گردن نہ جھکالے

قربان میں اے راہِ نجف پوچھنے والے

تم جادہ تسلیم کے ہو رہو راہی کیا بن گئی دل پر خلف شیر الہی

نکلے ہو بڑے غیظ میں بل ماتھے پہ ڈالے

قربان میں لے راہ نجف پوچھنے والے

غصہ میں نہ آنا کہیں لشکر خوراد معلوم نہیں تم کو لعینوں کے اراد

اللہ تمہیں تیغ سے قاتل کی جپالے

قربان میں لے راہ نجف پوچھنے والے

تم جان شجاعت ہو یہ کہنا نہیں سجا جوار ہو رکھ دو گے سانوں پہ کلیجا

کیا چیز ہیں نظروں میں چمکتے ہو بھالے

قربان میں لے راہ نجف پوچھنے والے

گھبرا کے اس آفت سے کہیں رنہ جانا اولادِ پیر کا مخالف ہے زمانا

رستوں کو ہیں روکے ہوئے کوفے کے رسالے

قربان میں لے راہ نجف پوچھنے والے

کس طرح مدینہ کا چمن یاد نہ آئے کیوں شامِ غریباں میں وطن یاد نہ آئے

پر دُیس میں آتے ہی پٹے جان کے لالے

قربان میں اے راہِ نجف پوچھنے والے

یہ عالمِ اسلام میں کیا آگ لگی ہے خیموں میں قیامت ہے بپا آگ لگی ہے

ماں ڈھونڈ مٹھتی آئے گی کلیجے کو سنبھالے

قربان میں اے راہِ نجف پوچھنے والے

چھایا ہوا ہے خوابِ حل کھوئے ہوئے جو چاہنے والے تھے وہ سب کھوئے ہوئے ہیں

ہے کون جو آکر تمہیں گودی میں اٹھالے

قربان میں اے راہِ نجف پوچھنے والے

مقتل میں ذرا گورِ غریباں تو بنادو لاشے تو شہیدوں کے نہ خاک چھپا دو

کشتے یہ غریبوں کے کیسے کس کے حوالے

قربان میں اے راہِ نجف پوچھنے والے

گزری ہو جو غربت میں وہ دنیا کو سنا دو کوفہ تو چلو، شام کی بنیاد ہلا دو

قاتل نہ زمانے سے کوئی ظلم چھپالے

قربان میں لے راہِ نجف پوچھنے والے

تیارخ میں رہ جائے گی یہ چاند سی صوفی اس عہد سے حکمو گے یونہیں تا بہ قیامت

باطل کے اندھیرے میں حقیقت کے اُجالے

قربان میں لے راہِ نجف پوچھنے والے



حُسنیت



سب کچھ لٹاکے دین کی ہستی بچائی ہے

اے قوم توحیدؑ کی گاڑھی کمائی ہے

گھر بھرنے اپنی جان کی بازی لگائی ہے یہ قومیت کا دردیش کلک شائی ہے

سب کچھ لٹاکے دین کی ہستی بچائی ہے

اے قوم توحیدؑ کی گاڑھی کمائی ہے

چھینٹے دیے مرخون کے اور اپنے خون کے جب بلا میں آنچ صداقت پائی ہے

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہے

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہے

عاشور کا وہ دن وہ ضعیفی کا مجسّمہ کیسے جوان شیر کی میت اٹھائی ہے

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہے

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہے

میدان میں حسین کی آنکھوں کے سامنے صغریٰ کی سپاس تیر ستم نے بھجائی ہے

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہے

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہے

کیسا گلوئے خشک سے دریا اہل پڑا کیسی لہو میں چاند سی صورت نہائی ہے

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہے

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہے

اُس دست حق پرست پہ دونوں ہاں تیار نیچے کی اپنے ہاتھ سے تربت بنائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم تو حسینؑ کی گاڑھی کمائی ہو

بچوں کی تشنگی کوئی سقف سے لٹو چھپتا دریا چہرے خون کی ندی بہائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم تو حسینؑ کی گاڑھی کمائی

برچھی اٹھی تھی جو دل اسلام کے لیے بانو کے لاڈلے نے کلیجے پہ کھائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم تو حسینؑ کی گاڑھی کمائی ہو

ہر یادِ گارِ سیدہؑ کائنات نے مردانہ وار گود کی دولت لٹائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم تو حسینؑ کی گاڑھی کمائی ہو

بھیجا ہے قتلگاہ میں گسیو سنوار کر چہروں کی تابشوں کے زمیں جگمگائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحیدؑ کی گاڑھی کمائی ہو

آئے ہیں جان دینے کو دوطہا بنے ہوئے اک اک حسینؑ نے موت سے شادی چائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحیدؑ کی گاڑھی کمائی ہو

ہلاش پر گرے ہیں محبت کے اشکِ غم بالیں پہ ہر حربی کے وفا مُکرائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحیدؑ کی گاڑھی کمائی ہو

سر رکھ دیا ہے جب نہ خنجر حسینؑ نے کانپا ہے آسمان زمیں تھر تھرائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحیدؑ کی گاڑھی کمائی ہو

چہرے اتر گئے ہیں غریبوں کے وقت عصر خیمہ کی خاشی میں اک آواز آئی ہے

کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہو

وٹکے بجا دیے ہیں صد اقس کے خلق میں بشیر کا ہے نام خدا کی خدائی ہے

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہو

آبادیوں کے عالم حیوانیت سے دور انسانیت کے نام کی بستی بسائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہو

یہ حریت کا نور مساوات کی جھلک سب بلا کے چاند کی جلوہ نمائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم توحید کی گاڑھی کمائی ہو

ٹھکرا دیا ہو آپ ہی اس کجگاہ نے کچھ بات نہیں ہے کہ دُنیا پرانی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم تو حسینؑ کی گار مٹھی کمائی ہو

نجمی حسینیت کی طرف جھکا ہے ہر دل مصروف غور و فکر میں ساری خدائی ہو

سب کچھ لٹا کے دین کی ہستی بچائی ہو

اے قوم تو حسینؑ کی گار مٹھی کمائی ہو



تیرہ سو برس بعد



اے صاحبِ دل واقفِ اسرارِ زمانہ
 اے حکمت و تدبیر و سیاست میں یگانہ
 تاریخ کا سب سے تری نظروں میں خزانہ
 سن ہم سے یہ اعجازِ حسینی کا فسانہ
 سب غم ہیں دورِ روزہ غمِ شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

وہ درد ہے دل جس کو بھلا ہی نہیں سکتا
 وقت اس کی حدں کو کہیں پا ہی نہیں سکتا
 ہاتھ اس کو زمانے کا مٹا ہی نہیں سکتا
 پانی کبھی یہ آگ بجھا ہی نہیں سکتا
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

اے دوست زمانے کی ہر اک چیز سے نفانی
 تاحشے ہر کی مگر اس غم کی جو انی
 سورنگ سے آفاق میں ہے مثریہ خوانی
 ہر درد میں اس درد کی ہے یاد دہانی
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

یہ غم دل انساں میں ہے فطرت کی امانت
 اس غم نے سہم کھائی ہے صداقت کی حمایت
 اس غم کے سہاگے سے اُبھرتی ہے شجاعت
 بیکس کی یہ تلوار ہے منظم سلوم کی طاقت
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تائیدِ سر وہی ہے

کچھ خون ہے پھیلے تو دو عالم کو ڈبو دے
 کچھ خاک ہے انفاس کی لہروں کو جو دھو دے
 جذباتِ محبت کو شجاعت میں سمو دے
 انسانِ نظر ڈال کے بوسونگھ کے رو دے
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تائیدِ سر وہی ہے

پوشیدہ ہیں اس خاک میں قدرت کے خزانے
 اعجاز دکھائے ہیں بہت خاکِ شفا نے
 سننے سے یقین جس کو نہ ہو دیکھ کے مانے
 عشرہ کو لہو دیتے ہیں تسبیح کے دانے
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تائید وہی ہے

صدیوں سے ہو دنیا میں یوں نہیں معرکہ آرا
 کوئی تو حقیقت ہے جو ہے دل کو گوارا
 رکتا نہیں اس درد کے طوفان کا دھارا
 قدرت کا ہے خود اس کی اشاعت میں سہارا
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تائید وہی ہے

مرتا ہے جو فرزند کسی کا کوئی خوش خوش
 یاد آتا ہے ماں باپ کو ہر چند وہ گلو
 دو چار برس بعد نکلتے نہیں آفسو
 شبیر کا غم ہے کہ بدلتا نہیں پہلو
 سب غم ہیں دو روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاشیر وہی ہے

یہ مجلس غم ظلم مٹانے کیلئے ہے
 دنیا کو رہ راست دکھانے کیلئے ہے
 انسان کو انسان بنانے کیلئے ہے
 محدود نہیں سارے زمانے کیلئے ہے
 سب غم ہیں دو روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاشیر وہی ہے

لوہے محبت کے خزانوں کی مثالیں
 ایثار و صداقت کے نشانوں کی مثالیں
 حق بات پہ لٹتی ہوئی جانوں کی مثالیں
 بچوں کی، ضعیفوں کی، جوانوں کی مثالیں
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاشیر وہی ہے

وہ دشتِ بلا، وہ ستم شنہ دہانی
 وہ خشک گلے اور وہ تلوار کا پانی
 مٹی ہوئی ایک ایک تسمیر کی نشانی
 دیکھیں تو جھلا دے کوئی اکبر کی جوانی
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاشیر وہی ہے

جنگل میں بہا خون بہت کے گئے گلے کا
 ساحل پہ سمدار دلاور کے گلے کا
 سجدے میں لہو سبط پمپ کے گئے گلے کا
 تیر آج بھی ولدوزہ صغے کے گئے گلے کا
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیر سو برس بعد بھی تاشیر وہی ہے
 پیاسے تھے مگر آئے تھے گھوڑوں کوٹ پٹ کر
 بچے بھی لے رہے رن میں جوانوں سے نہ گھٹ کر
 آئی جو اجل سر پہ تو دیکھا نہ پٹ کر
 جاتے ہیں یہ منظر ہمیں تارخ سے ہٹ کر
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیر سو برس بعد بھی تاشیر وہی ہے

سب جھوڑ گئے وقت پہ عیسیٰ کو حواری
 شبیر کے انصار نے کی جان نہ پیاری
 تنہائی پہ آقا کی یہ عالم ہوا طاری
 سنتے ہیں کہ تھرائے تھے لاشکری باری
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

پانی پہ نظر پڑتے ہی یاد آتے ہیں پیاسے
 بچوں کی وہ تکلیف جانوں کے دلا سے
 بیگانہ کوئی لاکھ ہو مجلس کی فضا سے
 دل آپ ہل جاتے ہیں ماتم کی صدا سے
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

دُنیا جو روادار نہیں جی نہ کڑھاؤ
 آنکھیں ہیں یہاں فرس کہیں دور نہ جاؤ
 اے ہند کے مزدور سپوتو! ادھر آؤ
 مظلوم ہو، مظلوم سے دل اپنا لگاؤ
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

یاں قوم کا جھگڑا ہے نہ مذہب کی لڑائی
 مولا کے عزادار سب آپس میں ہیں بھائی
 کل جس نے غریبوں کیلئے جان گنوائی
 منظور اُسے آج بھی ہے عقدہ کشائی
 سب غم ہیں دور روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

یاں نام کی ہے شرط نہ قصے قرب کا
 تنہا وہ عجم کا ہے نہ تنہا وہ عرب کا
 ہندو ہوں مسلم ہوں وہ غنچوار ہے سب کا
 ہوتا ہے اُسے درد غریبوں کے تعب کا
 سب غم ہیں دو روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

رُت ہند کی بدلے گی محرم کی بدلت
 کجی یہ بہار آئے گی ماتم کی بدولت
 مل بیٹھیں گے پھر سید عالم کی بدلت
 احساس حیات آئے گا اس غم کی بدلت
 سب غم ہیں دو روزہ غم شبیر وہی ہے
 تیرہ سو برس بعد بھی تاثیر وہی ہے

خصتی سلام

اکیہ قاعٹم ہیں ترے احساس غم سے مشرقین
 اے حسینؑ کربلا! لے سارے عالم کے حسینؑ
 جان تو نے راہ حق میں ہاشمی جاں بازی
 تو نے ہی سلام کی آواز پر آواز دی
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

ساری دنیا دکھیتی تھی جب تماشا دین کا
 کفر کے ہاتھوں سے چھینا تو نے لاشا دین کا
 دیکھ کر افسردگی تو جیسے در پیغام میں
 تو نے اپنی رشح بھردی پیکر اسلام میں
 السلام اے جاوہ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام
 کیسے کیسے غنچہ لب نانوں کے پالے لے گیا
 تو مدنی سے بہتر مرنے والے لے گیا
 موت کو اک اک حسین کی زندگانی سو نہی
 قاسم و عباسؑ واکر کی جوانی سو نہی
 السلام اے جاوہ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

خندہ لب گزرا غم و آلام کے انبوہ سے
 جنگلوں سے، وادیوں سے، دشت و درے، کوہ سے
 خون کے پیاسوں کو آبِ سرِ بلوایا ہوا
 رحمۃ للعالمین کا نام پہنچاتا ہوا
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

جی نہ چھوڑا ظلم و بدعت کی کہانی سُن کے بھی
 مُنہ نہ پھیرا تو نے مسلم کی سُنائی سُن کے بھی
 زخم کھائے جس قدر سینہ پہ، دل بڑھتا رہا
 زیرِ خنجر بھی محبت کا رجز بڑھتا رہا
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

صلح کی نیت سے آیا تھا کہ عزم نہیں سے
 تو نے ثابت کر دیا خیمے اٹھا کر نہیں سے
 پھول شبنم کے چمن کے دھوپ میں سنولائے گئے
 دم ترے دامن میں توڑا گو د میں مرجھا گئے
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

نیسے کر صبر و ضبط کی ہر آرزو بر آ گئی
 بکیسی کا جی بھرا یا تشنگی شرما گئی
 عشق کی بے نیاد رکھی نینو اکی خاک پر
 ابر رحمت بن کے برسا کر بلا کی خاک پر
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

اک اشارہ پر گرے یوں مرنے والے ٹوٹ کر
 لے گیا پیک اجل ساری کمائی ٹوٹ کر
 ظالموں نے زخمِ دل زخمِ جگر کیا کیا دیے
 تو نہ تڑپا خلق کے سینوں میں دل تڑپا دیے
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

یوں سرسبیاں نہ لایا ہر قریب دور کو
 ساتھیوں کے تو نے دل پر کھے شبِ عاشور کو
 اک نگاہِ خاص تیرے التفاتِ عام کی
 زندگی تھی موت کی تلوار کی اسلام کی
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

مصالحِ عظیم ترا احساں ہے کل اقوام پر
 تو نے اپنا سر دیا انسانیت کے نام پر
 آج ہے اقطاعِ عالم پر جہاں بانی تری
 اب پریش کر رہی ہے نوعِ انسانی تری
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

خون کی دھاروں سے ایوانِ حکومت ڈھادیے
 حق کی قربانگاہ پر کھٹنے گلے کٹوا دیے
 جرمِ کھلانے کو سرمایہ پستی رہ گئی
 مٹ گئی قاتل کی ہستی تیری ہستی گئی
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

تھم گئی سب جفا طوفانِ بدعتِ رک گئے
 تیسے برس کے سامنے اشرار کے سر جھک گئے
 بندگانِ ظلم کو حکمِ زباں بندی دیا
 نوکِ نیزہ سے بھی فرمانِ خداوندی دیا
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

اے سوارِ دوشِ احمد! نینوا کا قصد ہے
 پھر اُسی ہنگامۂ کرب و بلا کا قصد ہے
 ہجر میں نسیبِ یاد کی ہے خواب گاہ نازنے
 خاک سے اٹھ کر پکارا ہے کسی جانباز نے
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

بجھ گئے دل استیاز مرگ و ہستی لے چلا
 جانے والے تو ہمارے گھر کی ہستی لے چلا
 کیا خفا کچھ ہو گئے بندوں سے آقا کیوں گئے
 ننھے بچے رُز پوچھینگے کہ مولا کیوں گئے

السلام لے جاوے ایماں کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

تعبے زرب گھسے سے باہر لے چلے ہم نوحہ کر
 سب کنبیزیں سیدہ کی رہ گئیں منہ دیکھ کر
 جس کی دولت لٹ رہی ہو اسکو کیونکر کل پر
 رات بھر رُئی ہوئی آنکھوں سے آنسو ڈھل پر

السلام لے جاوے ایماں کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

جی بھرا آتا تھا عشرہ کی سحر کے زمام سے
 بال کھولے ہیں بلائیں لیسنے الی شام سے
 آئے ہیں گھر بھر کو با حال پریشیاں چھوڑ کر
 تیرے اُجرے تعز یہ خانوں میں گریاں چھوڑ کر
 السلام اے جادۂ ایماں کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

صبح سے ہے اک اُداسی کا زوال آیا ہوا
 ایک سناٹا فضا ہے درد پر چھایا ہوا
 دیدہ خوں بار جیسے آبے بیٹھے ہوئے
 خشک لب، جلتے ہوئے زہر، گلے بیٹھے ہوئے
 السلام اے جادۂ ایماں کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

بے زبانوں کو بھی احساس الم کھیلے ہوئے
 گود کے نیچے بھی خوابِ خور سے منہ پھیرے ہوئے
 نا سمجھ آنکھوں سے بھی آنسو رواں تیرے لیے
 اودھ کے لفظوں میں نیچے نوحہ خواں تیرے لیے
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام
 کھیل کی جانب دماغ و دل پلٹتے ہی نہیں
 ہاتھ ماتم چھوڑ کر سینوں سے ہٹتے ہی نہیں
 غم نما آئنا اُدھر اُترے ہوئے چہرے کے ہیں
 پھول اُدھر مسند پر مہجاءے ہوئے سہنے کے ہیں
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

دل کے تڑپانے کو خوشبو عود کی پھیلی ہوئی
 شیشیں پر لگجی سی چاندنی پھیلی ہوئی
 تہ بہ تہ پٹکوں میں اشکِ چشم نم لپٹے ہوئے
 تخت کے گوشہ پر چادر میں علم لپٹے ہوئے
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

چرخ کے روشن ستارے متصل نہ بکھتے ہوئے
 ادہ جلی شمعوں کی خاموشی سے دل نہ بکھتے ہوئے
 گوشہ مشرق میں دھندلی روشنی سہمی ہوئی
 موت کی غمگین فضا میں زندگی سہمی ہوئی
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

کیا پسند آئی ہے اے خلوت نشین کر بلا
 جس نے پیاسا تجھ کو مارا وہ زمین کر بلا
 وہ زمین جو آسمان ظلم بن کر چھپا گئی
 جس پہ وقتِ عصر سجدے میں تجھے نیند آگئی
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام
 وہ زمین اکبر سا جس پر ہمت مارا گیا
 جس پہ تیرا قافسے کا قافلا مارا گیا
 گولیاں کہیں خون کی تشنہ دہن بشیر نے
 دودھ صغرا کا بڑھایا جس نے میں پر یسے
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

جس نے تین دن طوفان اٹھائے پیاس کے
 خون برسا نہر پر پٹلانے کھٹے عبّاس کے
 جس نے مسلم کے قیموں کی جوانی لوٹ لی
 دولت ہمیشہ بھائی کی نشانی لوٹ لی
 السلام اے جادہ ایماں کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

جس نے میں پر آبِ خنجر تا گلو بہت سارے
 شام کو خیمے جلے دن بھر لہو بہت سارے
 جس پر سر کاٹے گئے ایمان کی تعزیر میں
 جس پر آلِ مصطفیٰ جکڑی گئی زنجیر میں
 السلام اے جادہ ایماں کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

بجسوں میں زندگی پھیلانے والے مرحبا
 ہند میں ترستے اٹھ کر آنے والے مرحبا
 ہو مبارک تحفہ اشکِ عزالینا تجھے
 ہے ابھی ملت کے دل کا جائز الینا تجھے

السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

ماتمی لاکھوں ہیں نفس بے ریا کس کس میں ہے
 دیکھنا ہے تیرے اُسوہ کی ادا کس کس میں ہے
 کس قدر قوی جلالت کا علم اونچا ہوا
 پوچھتا جا میری محنت کا نتیجہ کیا ہوا

السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

الوداع اے خون میں رنگیں ستارے الوداع

الوداع اے بے سہاروں کے سہارے الوداع

منقطع ہے تیرے قدموں کی جبین کر بلا

آ رہا ہے تیرا کشتہ اے زمین کر بلا !

السلام اے جادۂ ایماں کے سالک السلام

السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

اے مسافر تجھ پہ سیریز بانوں کا سلام

ہند کے بوڑھوں کا، بچوں کا، جوانوں کا سلام

درد فومی جن کو ہے اُن خستہ حالوں کا سلام

ملک اور ملت کی خاطر مرنے والوں کا سلام

السلام اے جادۂ ایماں کے سالک السلام

السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

پیاس کے مارے ہوئے، دریا کا، نہر کا سلام
 تا ابد گنگ و جمن کی پاک لہروں کا سلام
 جانے والے صفت بصف کھیتوں کا، باغوں کا سلام
 اے مسافر مائیں سینوں کے، داغوں کا سلام
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

تجھ پہ اے مظلوم! بھارت کے سپوتوں کا سلام
 ہند کے نادار مزدوروں اچھوتوں کا سلام
 زندگی کی دوڑ میں ہم شست گاموں کا سلام
 تاجدار حریت تجھ پر غلاموں کا سلام
 السلام اے جادۂ ایمان کے سالک السلام
 السلام اسلام کی ہستی کے مالک السلام

سنت کی سیوا

جب جھوٹ کی نندی بڑھ چڑھ کر لہراتی ہو ٹھلاتی ہے
 یہ چلتی پھرتی مایا جب کایا کا لہو پی جاتی ہے
 اک وقت نظر میں پھرتا ہے اک بانجھے یاد آتی ہے
 شکھ کھونا یاد آتا ہے ، دکھ پانا یاد آتا ہے
 شبیر کاست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

جب نن کی مورت منہستی ہو اور من کی دیوٹی ٹوٹی ہے
 دُنیا نرم کھوپنے پر جب آنکھیں کھولے سوتی ہے
 سنتِ ہرم پر مرنبوالوں کی اس جگات لکمی جب جوتی ہے
 میداں میں ننھے بچے کا لے آنا یاد آتا ہے
 شبیر کا سنت کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

جب پلِ نلکرمی ٹرہتی ہو اور دھوپ ٹرپ کھلاتی ہے
 دُنیا میں کوئی پھلوار سی جس بے نیر کہیں مرجھاتی ہے
 کچھ سوکھے سوکھے ہونٹوں کی ہر سپاس میں یاد آجاتی ہے
 صغے کے گلابی مکھڑے کا کھلانا یاد آتا ہے
 شبیر کا سنت کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

جب سچوں کو ٹھکراتے ہیں، اور جھوٹوں کو اپناتے ہیں
 جب اچھے اچھے دھرم مجاری پاپ کی ٹھوکر کھاتے ہیں
 جب مایا جان بچھاتی ہے، دل پھندے میں پھنس جاتے ہیں
 سنسار کی جھوٹی مایا کو ٹھکرانا یاد آتا ہے
 شبیر کاست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

جب تن کی رکھشا کرنے والے من کا بس مٹاتے ہیں
 درد کے جب بیک بنکر گھر کی لاج کھواتے ہیں
 جب سکھ کے بندے سکھ کے کارن پک پکسیں فوتاتے ہیں
 دکھ درد کے اونچے پرستے ٹھکرانا یاد آتا ہے
 شبیر کاست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

جب ہر دھک دھک تھکتا ہے گھمسان میں نکی پانی سے

جب تیور کچھ کچھ جاتے ہیں دو چروں میں آسانی سے

جب کائنات جان بچاتے ہیں تلوار کے گھسے پانی سے

اُن خون میں ڈوبی زلفوں کا بل کھانا یاد آتا ہے

شیر کاست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

اس جگہ جگہ گنگا دُنیا میں جب ہٹ پر بالکے آتے ہیں

جب آنکھیں نیر بہاتی ہیں دل پانی ہو ہو جاتے ہیں

جب جھوٹی سچی آشا دے کر مات پتا سمجھاتے ہیں

دو روز کے پیاسے بچوں کا بہلانا یاد آتا ہے

شیر کاست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے

جب آنکھ سے آنسو ڈھل کر خمی من کا گردا دھوئے ہیں
 جب گھس گھر ماتم ہوتا ہے جبے والے روتے ہیں
 عشرہ کو ہوا کی لہروں میں جب بڑ پھرے ہوتے ہیں
 کر بل میں حسینی جھکے کھڑکا لہرانا یاد آتا ہے
 شبیر کاست کی سیوا میں مرجانا یاد آتا ہے



سواری

رخصت ہے قاتل شتم و عنس کی سواری
 ہے رُو بہ سفر صیب مجسم کی سواری
 اے قوم حلی مصلح اعظم کی سواری
 جاتی ہے شہنشاہِ دو عالم کی سواری
 ہشیار ذرا ولولہ دستِ طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینہ سے اراد سے

اس شان کا مرنا کہیں دیکھو گے نہ جینا
 ڈوبا ہوا اک خون کے دریا میں سفینا
 اسلام کا مفہوم ہے اس گھر کا قرینا
 اس در پہرے و مہر کو آتا ہے پسینا
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے کے راد سے

مظلوم کے آثار جلالت میں ہوا میں
 ہر سانس ہے ڈوبی ہوئی حساس بکا میں
 فطرت ہمہ تن دے یاد شہدائیں
 کیا جانے کیا رنگا ہے اس وقت فضا میں
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے کے راد سے

تاحد نظر بھیجے ہر آشفۃ سروں کی
 یا چاک کر میانوں کی، یا نوحہ گروں کی
 آمد ہے سر عرش سے پیغامبروں کی
 آواز سی آتی ہے فرشتوں کے پروں کی
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 اتا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

غلبے جلو میں مچیں سب اعوان سب انصار
 سر اپنے کٹائے ہوئے حاضر ہوں رضا کار
 اکبر ہوں اسی شان سے تولے ہوئے تلوار
 پر چم ابھی کھولے ہوئے ہو روح عمار
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 اتا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

کچھ دُور نہیں جان دو عالم ہو جہلو میں
 غیب کے حجابات کا محرم ہو جہلو میں
 وارث غم سرور کا ابد غم ہو جہلو میں
 خود محبت حق صاحب ماتم ہو جہلو میں
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

ہمراہ ہوں تھامے ہوئے دل شافع محشر
 ہوں خاک بسر تیغ بکف حیدر صفد
 کہتے ہوئے آتے ہوں حسن ہائے برادر
 محل میں ہو کھولے ہوئے سر جان پیر
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

طے کر کے وہ آیا ہے غم دور و کا جاوا
 رستہ میں اٹھائے ہیں ستم حد سے زیادا
 راحت میں مجاہد کی خلل آئے مبادا
 تابوت میں سوتا ہے دو عالم کا خورادا
 ہشیار ذرا ولولہ و سست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

سینہ شہادت کا لگائے ہوئے محضر
 وہ خاتمہ کی تہر میں داغ علی اصغر
 کس شان سے زخموں کی وہ اوڑھے ہوئے حاد
 عاشور سے ہے خواب میں سوتوں کو جگا کر
 ہشیار ذرا ولولہ و سست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

تابوت پہ ہے سایہ کناراں و امینِ حمت
 لہراتا ہے بالیں پہ علم نور صداقت
 فرمانِ ادب دیتا ہے آئین شجاعت
 مظلوم کو روتی ہوئی آتی ہے محبت
 ہشیار ذرا ولولہ دستِ طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے کے ادب سے
 نکھوں میں کھبے کے اشک غریب الوطنی ہے
 سراپا ٹھکائے ہوئے تشنہ دہنی ہے
 ماتم کا یہ عالم ہے کہ جانوں پہ نبی ہے
 اور کیفیت شہادت میں جرأت کا دہنی ہے
 ہشیار ذرا ولولہ دستِ طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے کے ادب سے

ملت کا دولا را ہے سواری ہے یہ جس کی
 اسلام کا پیارا ہے سواری ہے یہ جس کی
 مطلوب ہمارا ہے سواری ہے یہ جس کی
 پیاسا لے مارا ہے سواری ہے یہ جس کی
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے اراد سے

اسلام پہ دنیا میں بُرا وقت جو آیا
 ہاتھوں پہ تڑپتا ہوا دل رکھ کے دکھایا
 چھ ماہ کے بچہ کو بھی میدان میں لایا
 نانا کی ریاضت کو نواسے نے بچایا
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے اراد سے

غمخوار ہے سب کوئی مانے کہ نہ مانے
 کربل میں لٹا کر حکم و دل کے خزانے
 اب ہند میں آیا ہے وہ پیغام سنانے
 فحے کی زباں میں ہیں محبت کے ترانے
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

یہ درد کا عالم ہے کہ دل رہ نہیں سکتے
 انسو بھی بہ اندازہ غم بہ نہیں سکتے
 ہماں کی جدائی کا الم سے نہیں سکتے
 رونق لیے جاتا ہے پہچھ کہ نہیں سکتے
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

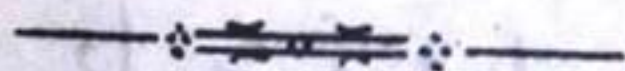
چُپ ہیں بادب ارض و سما کوئی کھے کیا
 وہ رُعبے جڑیں علا کوئی کھے کیا
 جاتا ہے وہ پابند وفا کوئی کھے کیا
 یاد آگئی پھر کرب بلا کوئی کھے کیا
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قریب سے اراد سے

خاموش رہے خندہ بیجا سے یہ کھدو
 آنسو نہ تھمیں دیدہ سینا سے یہ کھدو
 مظلوم ہے مشتاق تماشا سے یہ کھدو
 محسن ہے ہر انسان کا دنیا سے یہ کھدو
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قریب سے اراد سے

خون اپنے کلیجہ کا بہا یا ہے اسی نے
 مقتل کو محبت کے سجایا ہے اسی نے
 سرمایہ پرستی کو مٹایا ہے اسی نے
 انسان کی عزت کو بچایا ہے اسی نے
 ہشیار ذرا ولولہ و دستِ طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے کے رادب سے

ہر صاحبِ دل بندہ بے دام ہے اس کا
 مظلوم کا حامی کرمِ عسام ہے اس کا
 تیرہ سو برس سے یہی پیغام ہے اس کا
 سن لو کہ حسین ابن علی نام ہے اس کا
 ہشیار ذرا ولولہ و دستِ طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرینے کے رادب سے

آئین ادب مسلک دربار نہ بھولو
 کس کے ہو محب کس کے عزاوار نہ بھولو
 کیا جوش تو لا کا ہے معیار نہ بھولو
 یہ مشورہ شاعر سرکار نہ بھولو
 ہشیار ذرا ولولہ دست طلب سے
 آقا کی سواری ہے قرین سے ادب سے



شاعر اہلبیت کی تصانیف

شاعر اہلبیت کی ہر تصنیف ہمارے یہاں سے خریدیے، اگر آپ
ہمارے کسی ایجنٹ سے کوئی کتاب خریدیں تب بھی ہم کو ایک پوسٹ کارڈ
لکھ کر اپنے پتہ سے ضرور مطلع کر دیجئے تاکہ جب حضرت نجم آفندی مدظلہ
کی کوئی نئی کتاب شایع ہو تو ہم آپ کو اطلاع دے سکیں۔

مصطفیٰ علی ہاشمی

ناظم مکتبہ ناصری
گولہ گنج، لکھنؤ

شاعر اہلبیت کے شاہکار

قصائدِ نجم مروج اہلبیت میں بہترین قصیدے، نظم میں تاریخی واقعات

اور اُسوہ حسنہ کا مجموعہ قیمت ۷۰

اشاراتِ غم واقعات کر بلا، شاعر اہلبیت کے الفاظ، اور نوحہ کی

زبان میں قیمت ۱۲

آیاتِ ماتم نوحوں کی جدید بیاض جو آپ کے پیش نظر قیمت ۸

شاعر اہلبیت جلیں عہدِ اسیری کی نظموں کا مجموعہ قیمت ۲

حسین اور ہندوستان نثر میں شاعر اہلبیت کی معرکہ آرا تالیف تیسری مرتبہ

طبع ہوئی ہے قیمت ۲

بظہرِ مکتبہ ناصری

گولہ گنج، لکھنؤ

کے پتے سے طلب کیجئے